جس نے فاعل کو اسلحہ یا آلات یا کوئی ایسی دوسری چیز دی جو ارتکاب جرم میں استعمال کی گئی اسے اس کا علم بھی تھا یا اس نے اس کی مدد کی......الخ“

اس میں اسلحہ اور آلات کے الفاظ مطلق ہیں یہ کسی بھی اسلحہ یا آلہ پر بغیر کسی قید کے صادق آتے ہیں بشرطیکہ وہ اسلحہ یا آلات ارتکاب جرم میں استعمال کیے گئے ہوں، اس کے تحت فاعل کو یہ دینے والا شریک جرم گردانا جائے گا۔

دوسری فرع

امر:

۲۶۸۔ امر خاص کی اقسام میں سے ایک قسم ہے، جس کی تعریف یہ ہے کہ امر وہ لفظ ہے جس کو اس لیے وضع کیا گیا ہے کہ بر سبیل استعلاء کسی کام کا مطالبہ کیا جائے۔ (1) یا تو امر معروف کے صیغہ افعل سے ثابت ہوتا ہے یا اس مضارع سے ثابت ہوتا ہے جس میں لام امر ملا ہوا ہے یا پھر یہ اس جملہ خبریہ سے ثابت ہوتا ہے جس سے خبر کے بجائے امر وطلب مقصود ہو، لیکن اس کے اسلوب الگ الگ ہو سکتے ہیں۔

پہلی صورت کی مثال یہ فرمان الٰہی ہے:

﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ﴾ (الاسراء:۷۸)

”سورج کے ڈھلنے پر نماز قائم کیجئے۔“

اور یہ فرمان:

﴿وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ (المائدة: ۹۲)

”اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرو۔“

---

(1) التوضيح: ۱/ ۱۴۰۔ مرقاة الوصول وحاشية الازميري: ۱/ ۱۵۵، ۱۵۶۔ الآمدي: ۲/ ۲۰۴.
یہاں دو امور کا خیال رکھا جائے کہ اس کی تعریف میں علی سبیل الاستعلاء کی قید وارد ہوئی ہے وہ یہ بتلانے کیلئے ہے کہ درحقیقت علو الامر شرط نہیں ہے بلکہ شرط صرف یہ ہے کہ اس کا عالی شمار کیا ہے خواہ واقع میں وہ عالی ہو یا نہ ہو۔ دوسرا امر یہ کہ علماء و جمہور کے اتفاق سے امر درحقیقت فعل کے لیے مجازاً استعمال ہوتا ہے جیسے اللہ کریم نے فرمایا: وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ٥(هود: ۹۷) ”اور فرعون کا امر ہدایت والا نہیں تھا۔“ اس میں امر سے فعل ہی مراد ہے، یہ اطلاق السبب علی المسبب کے قبیل سے ہے، دیکھئے ارشاد الفحول: ص ۹۱ والمنار وشرحه: ص ۱۰۸۔ ۱۰۹ اور الآمدي: ۲/ ۲۰۷ ومابعدها.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے کی مثال:

﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ (البقرة: ١٨٥)

''تو جو کوئی ماہ میں حاضر ہوا سے اس کا روزہ رکھنا چاہیے۔''

اور رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بھی اسی کی مثال ہے:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ))

''جو کوئی اللہ تعالیٰ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ خیر کی بات کہے یا وہ خاموش رہے۔''

تیسری صورت کی مثال یہ فرمان ہے:

﴿وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ (البقرة: ٢٣٣)

''اور مائیں اپنی اولادوں کو دو سال مکمل دودھ پلائیں اس کے لیے جو رضاعت کو پورا کرنا چاہتا ہو۔''

اس صیغہ سے مقصود صرف یہ خبر دینا نہیں ہے کہ مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہیں جبکہ یہ حکم دینا مقصود ہے کہ ماؤں کو چاہیے کہ بچوں کو دودھ پلائیں۔

۲۶۹۔ موجب امر: [1]

امر کا صیغہ بہت سارے مطالب کے لیے آتا ہے جن میں چند مطلب یہ ہیں: وجوب، استحباب، جواز، ڈانٹ، ارشاد تادیب و تعجیز اور دعا وغیرہ۔ [2]

---

[1] دیکھیے، الآمدی: ۲/ ۲۰۷ ومابعدها.

[2] **وجوب**: جیسے فرمان الٰہی ہے: وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ. (النور: ۵۶) **الندب**: جیسے فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا (النور: ۳۳) **اباحت**: جیسے وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا (المائدة: ۲) **التهديد**: فرمایا: اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ (فصلت: ۴۰) **ارشاد**: جیسے فرمان ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ (البقرة: ۲۸۲) **تادیب**: جیسے آپ ﷺ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو جبکہ وہ چھوٹے تھے فرمایا تھا: كُلْ مِمَّا يَلِيكَ. **تعجیز**: جس طرح فرمایا: فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ (البقرة: ۲۳) **دعاء**: جیسے فرمان ہے: رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ (نوح: ۲۸) **امتنان**: فرمایا: كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ (الأنعام: ۱۴۲) **اکرام**: جیسے فرمایا: ادْخُلُوهَا بِسَلٰمٍ (الحجر: ۴۶۔ ق: ۳۴) **اهانة**: فرمایا: ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ (الدخان: ۴۹)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چونکہ صیغہ امر ان بہت سارے معانی کے لیے آتا ہے اس لیے اس بات میں اختلاف ہوا کہ درحقیقت امر سے مراد کیا ہے؟ بالفاظ دیگر علماء کا اختلاف ہے کہ جب امر ان قرائن سے خالی ہو جو مراد بتلائیں تو پھر امر کا وہ معنی و مفہوم کیا ہے جس کے لیے اس کو بنایا گیا ہے۔

اس جواب سے اتفاق حاصل ہوگا کہ دراصل امر ان تمام صیغوں کے لیے بنا نہیں ہے وجوب، ندب اور اباحت کے علاوہ باقی معانی میں مجازاً استعمال ہوتا ہے۔

اب اختلاف صرف انہی تین معانی کے بارے سے ہوا کہ آیا امر اصل میں ان تینوں معانی پر دلالت کے لیے وضع کیا گیا ہے یا پھر بعض معانی پر دلالت کرنے کے لیے بنا ہے یا کہ بعینہٖ ہر معنی پر علیحدہ علیحدہ دلالت کے لیے بنا ہے؟

بعض علماء کا موقف تو یہ ہے کہ امر ان تینوں معانی میں مشترک ہے، یہ اشتراک لفظی ہے اور معنی و مراد کسی ترجیحی دلیل سے واضح ہوگا، جیسا مشترک لفظ کا قانون ہوتا ہے۔

دوسروں کا موقف یہ ہے کہ امر لفظی طور پر صرف وجوب و ندب میں مشترک ہے۔ ان میں سے ہر ایک کی تعیین کے لیے کسی دلیل ترجیحی کی ضرورت ہوگی۔

دیگر علماء فرماتے ہیں جن میں سے امام غزالی رحمہ اللہ ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ کیا امر صرف وجوب کے لیے ہے یا صرف مندوب کے لیے ہے یا دونوں میں مشترک ہے؟ سو جب تک کوئی قرینہ نہ ہو تو حکم یہی ہے کہ توقف کیا جائے گا۔ حتی کہ امر کا مطلوب واضح ہو، کثرت معانی کی وجہ سے یہ مجمل کے قبیل سے ہوگا۔

عام علماء فرماتے ہیں: امر درحقیقت ان معانی میں سے ایک معنی کے لیے ہے نہ اس میں اشتراک ہے اور نہ اجمال ہے، امر دراصل ان تینوں معانی میں سے ایک معنی پر دلالت کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہے، اس معنی پر اس کی دلالت حقیقی ہے، اور اس کے علاوہ معانی پر دلالت مجازی ہے۔ اس ایک معنی سے کیا مراد ہے اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے بعض اصحاب فرماتے ہیں، اس سے اباحت مراد ہے کیونکہ یہ وجود فعل کو طلب کرنے کے لیے ہے، اس کا ادنیٰ یقینی درجہ اباحت ہی ہے، ایک جماعت نے کہا اور امام شافعی رحمہ اللہ کے دو میں سے ایک قول یہی ہے کہ اس ایک معنی سے مراد مندوب ہے کیونکہ امر طلب فعل کے لیے وضع کیا گیا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ اسے ترک کی جانب پر ترجیح دی جائے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور وہ کم از کم ندب ہی ہے کیونکہ اباحت کے تو دونوں اطراف برابر ہوتے ہیں وہ مراد لینا درست نہیں۔

جمہور کہتے ہیں، اس ایک معنی سے مراد وجوب ہے، مطلب یہ ہوا کہ امر مطلقاً وجوب پر دلالت کے لیے وضع کیا گیا ہے، اس معنی میں یہ حقیقی ہوگا دیگر معانی میں مجازی، اس کو کسی قرینہ کے بغیر غیر وجوب کی طرف نہ پھیرا جائے گا۔ اگر قرینہ مندوب پر دلالت کرے تو امر کا مقتضیٰ مندوب ہوگا اور اگر قرینہ اباحت پر دلالت کرے تو مقتضائے امر اباحت ہوگا، یہی قول صحیح ہے اسی بنیاد پر ہمیں دلائل کو سمجھنا چاہیے اور احکام کا استنباط کرنا چاہیے، اس قول کی صحت پر بہت سے دلائل ہیں، جن میں سے چند دلائل کا ذیل میں تذکرہ ہے۔

۱۔ قرآن کریم میں آیا ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (النور: ٦٣)

''تو ان لوگوں کو ڈرنا چاہیے جو آپ (ﷺ) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ پہنچے یا انہیں دردناک عذاب پہنچے۔''

اس آیت کا انداز دلالت یوں ہے کہ یہ آیت اس بات سے ڈرا رہی ہے کہ مخالف کو کوئی فتنہ یا سخت سزا ملے گی۔

اور کسی حکم کی مخالفت میں فتنہ یا سخت سزا صرف اسی صورت میں ملتی ہے جبکہ مامور بہ واجب ہو کیونکہ غیر واجب حکم کو ترک کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔

۲۔ سنت سے اس کی دلیل یہ فرمان رسول اللہ ﷺ ہے کہ اگر میں اپنی امت پر مشقت نہ سمجھتا تو انہیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا یہ اس کے واجب ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اگر یہ امر مندوب کے لیے ہوتا تو مسواک کرنا مستحب ہوتا اور مستحب امر میں مشقت نہ ہوتی۔

۳۔ سلف صالحین میں سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کا امر کے صیغہ سے وجوب کی دلیل لینا بھی بذات خود ایک دلیل ہے سوائے اس کے کہ عدم وجوب پر قرینہ ہو، بے شمار واقعات میں اسی طرح ہے، خواہ اس امر کا مصدر نص قرآنی ہو یا نص نبوی ﷺ، ان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں یہ استدلال بغیر اعتراض کے عام تھا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا بھی اس بات پر اجماع تھا کہ مطلق امر وجوب کے لیے ہی ہے اور مامور بہ حتمی طور پر مطلوب ہوتا ہے نہ کہ استحبابی طور پر۔

۴۔ خالی امر کے صیغوں سے فوری طور پر وجوب ہی مفہوم ہوتا ہے جبکہ ایسے قرائن نہ ہوں جو اسے غیر وجوب کی طرف پھیر دیں۔

۵۔ اہل لغت بھی اس بات پر متفق ہیں کہ جو فعل کا مطالبہ کرنا چاہے اور اس سے ترک کو روکنا چاہے تو اس کا مطالبہ بھی امر کے صیغہ سے کیا کرے گا۔ یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ امر کا صیغہ جزوی طور پر فعل کے مطالبہ کے لیے کیا گیا ہے اسی کو وجوب کہتے ہیں۔

اس کی وضاحت یوں ہے کہ امر بھی افعال کے صیغوں میں سے ہے، اور تمام افعال مخصوص معانی کے لیے وضع کیے گئے ہیں جیسا کہ باقی اسم اور حروف ہیں، جس طرح رجل زید کیونکہ کلام وضع کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ سامع کو مراد سمجھا دی جائے، سو جب مقصد یہ ہے کہ مخاطب سے حتمی طور پر کسی مخاطب سے فعل کا مطالبہ کیا جائے تو یہ مقصد صیغہ امر سے حاصل ہوگا، یہی اس بات کی دلیل ہے کہ امر اسی معنی پر دلالت کرنے کے لیے وضع کیا گیا ہے، تاکہ سامع کو یہ فائدہ ملے۔

۶۔ جو حکم کی مخالفت کرے اس کو اہل لغت عاصی کا نام دیتے ہیں، عصیان مزمت والا نام ہے غیر وجوب میں مخالفت کرنے والے کو عاصی نہیں کہتے۔

۲۷۰۔ نہی کے بعد امر:

اس امر کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے جو کسی چیز کی ممانعت وحرمت کے بعد ہو کہ آیا وہ وجوب کے لیے ہے؟ حنابلہ، مالک اور ان کے اصحاب اور امام شافعی کا ظاہری قول یہی ہے کہ وہ جواز پر دلالت کرتا ہے اس سے زیادہ نہیں، ان کی دلیل یہ بات ہے کہ کتاب وسنت کے بہت سارے دلائل میں اسی طرح ہے، جس طرح یہ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَ اِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا﴾ (المآئدة: ٢)

فَاصْطَادُوْا کا صیغہ اصطیاد کی حرمت کے بعد ہی مذکور ہوا ہے، فرمایا: غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ (المآئدة: ١) ''شکار کو حلال نہ جاننے والے جب تم احرام میں ہو۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالاتفاق یہاں اصطیاد سے صرف جواز مراد ہے، وجوب مراد نہیں ہے۔

اور جس طرح فرمان ہے:

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾

(الجمعة: ١٠)

"تو جب نماز ہو چکے تو تم زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے فضل کو تلاش کرو۔"

یہ آیت بھی اذان جمعہ کے وقت خرید و فروخت کی حرمت کے بعد آئی ہے اللہ تعالیٰ کے فضل کی تلاش یعنی کمائی کرنا، تجارت کرنا جائز ہے۔ کیونکہ یہ حکم تحریم تجارت کے بعد وارد ہوا ہے۔

دوسروں کا مذہب، جن میں سے اکثر احناف ہیں یہ ہے کہ ممانعت کے بعد امر وجوب کا فائدہ دیتا ہے، جس طرح کہ وہ امر بھی وجوب ہی کا فائدہ دیتا ہے جس سے پہلے تحریم مذکور نہ ہو، اس قول کے قائلین کی دلیل ہے کہ تحریم کے بعد امر کا صیغہ اور بغیر تحریم کے امر کے صیغہ کے دلائل میں کوئی فرق نہیں ہے۔

رہا وہ استدلال جو پہلے علماء کا استدلال ہے اس کی دلیل وارد نہیں ہے کیونکہ اللہ کے فضل کی تلاش، شکار کرنا وغیرہ وہ امور ہیں جو ہماری مصلحت کے لیے مشروع ہیں، یہ ایسا قرینہ ہے جو اسے وجوب سے اباحت کی طرف پھیرنے والا ہے، اگر یہ وجوب کے لیے ہوتا تو یہ ہمارے لیے جائز نہیں بلکہ ہم پر واجب ہوتا اور اس کے ترک سے ہم گنہگار ہوتے اور تب اس کی اصل وضع پر نقص لازم آتا جو کہ جائز نہ تھا۔

قرائن سے خالی امر وجوب کے لیے ہے خواہ اس سے پہلے نہی ہو یا نہ ہو۔ اگر اس کے ساتھ کوئی قرینہ مل جائے تو وہ اس معنی کی طرف پھر جائے گا جس پر قرینہ دلالت کر رہا ہو۔ اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔

بعض حنابلہ اور احناف میں سے کمال بن ہمام کا مذہب یہ ہے کہ جو امر کا صیغہ ممنوع کام کے بعد آئے وہ اس ممنوع کو ختم کر دیتا ہے اور مامور بہ اپنی ممانعت سے پہلے والی حالت پر واپس آ جاتا ہے اگر وہ مباح تھا تو پھر مباح ہو جائے گا اور اگر واجب یا مندوب تھا تو اسی طرح ہو جائے گا۔ [1]

[1] شرح مسلم الثبوت: ١/ ٣٨٠۔ الآمدی: ٣/ ٢٦٠۔ ٢٦٢، المسوده فی اصول الفقه لآل تیمیه: ص١٨.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو چیز میرے سامنے واضح ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ سب سے آخری قول قبولیت کے زیادہ قریب ہے، وہ دلائل جن میں نواہی کے بعد اوامر ہیں، ان کے استقراء سے بھی یہی بات سامنے آتی ہے، شکار کرنا حرمت سے پہلے مباح تھا۔ پھر جب حرمت کا سبب زائل ہونے کے بعد اس کا حکم آیا تو وہ اباحت کی طرف لوٹ آیا، کمائی کرنا بھی اپنے اسباب سمیت جائز تھا۔ اس سے پہلے کہ جمعہ کی اذان سننے پر وہ حرام ہو جاتا، لیکن جب اس رکاوٹ کے ختم ہونے پر حکم ہوا تو وہ پھر اباحت کی طرف لوٹ آیا، حرمت والے مہینوں کے علاوہ میں جہاد مسلمانوں پر واجب تھا، جب حرمت والے مہینوں میں اس کی حرمت ہوئی اور ان مہینوں کے خاتمے پر جب پھر قتال کا حکم ہوا تو اس کے وجوب کا حکم لوٹ آیا جیسا کہ تحریم سے قبل تھا۔

۱۷۱۔ تکرار پر امر کی دلالت:

تکرار یہ ہے کہ تم ایک کام ایک دفعہ کرو اور دوسری دفعہ پھر کرو۔ سوال یہ ہے کہ کیا امر دوسری دفعہ مامور بہ کے وجوب کا تقاضا کرتا ہے یا کہ نہیں؟ کہ اس کام کو دوسری دفعہ پھر کیا جائے؟

اس بارے میں تمام اقوال سے پسندیدہ قول یہ ہے کہ امر تکرار پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ امر کا صیغہ مطلقاً فعل کے مطالبہ پر دلالت کرتا ہے اس میں ایک دفعہ یا کئی دفعہ کا ذکر نہیں ہوتا، کیونکہ یہ صرف اسی معنی کے لیے وضع کیا گیا ہے مامور بہ کا تکرار یا ایک دفعہ کرنا، امر کے صیغہ کی ماہیت سے خارج ہے، بحیثیت وضع ان میں سے کسی پر بھی دلالت نہیں کرتا، لیکن مامور بہ کا ایک دفعہ حصول تو ضروری ہے کہ اس کی کم از کم مقدار ایک دفعہ ہے، اس لیے نہیں کہ صیغہ بذاتہ اس پر دلالت کرتا ہے۔ ❶

لہٰذا مطلق امر وقوع فعل پر دلالت کرتا ہے، اس کی اطاعت کے لیے مامور بہ کو ایک ہی دفعہ کر دینا کافی ہے۔ ہاں البتہ جب اس کے ساتھ کوئی ایسی چیز شامل ہو جائے جو تکرار پر دلالت کرے جس طرح کہ امر کسی شرط یا صفت سے معلق ہو، جسے شارع نے مامور بہ کا سبب شمار کیا ہو، جیسا کہ نماز میں شارع نے وضو کو ارادہ نماز کے ساتھ معلق کیا ہے، فرمان ہے:

﴿يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَوٰةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ

❶ المسودة: ص ٢٠ الاحكام لابن حزم: ٣/٣١٨۔ لطائف الاشارات: ص ٢٤۔ الآمدي: ٢/٢٢٥ ومابعدها. بعض نے کہا صیغہ امر بذاتہ فعل کے ایک دفعہ کرنے پر دلالت کرتا ہے، شوکانی: ص ٩٧۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَاَيۡدِيَكُمۡ اِلَى الۡمَرَافِقِ﴾ (المآئدة: ٦)

''مومنو! جب تم نماز کیلئے اٹھو تو اپنے چہروں کو اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولیا کرو۔''

تکرار وضو، تکرار سبب یعنی ارادہ نماز کی وجہ سے ہے امر کے صیغہ کی وجہ سے نہیں، جس طرح یہ فرمان ہے:

﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيۡ فَاجۡلِدُوۡا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا مِائَةَ جَلۡدَةٍ﴾ (النور:٢)

''زنا کار عورت اور مرد تم ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو درے مارو۔''

اس مقام پر زانی پر کوڑوں کی سزا اس کی علت یعنی زنا کے ثبوت پر واقع ہوگی، جب زنا بار بار ہوگا تو سزا بھی بار بار ملے گی، یہاں اس سزا کے تکرار کی وجہ علت ہے نہ کہ امر۔ ❶

اس پسندیدہ قول کے مقابلے میں چند اور اقوال بھی ہیں ایک قول یہ ہے کہ امر امکان کی حدتک پوری عمر میں مکمل تکرار کا تقاضا کرتا ہے، الا یہ کہ کوئی ایسی دلیل آ جائے جو اس سے مانع ہو، اس قول کے قائل بعض شافعی اور اکثر حنابلہ ہیں، ان کا دعویٰ یہ ہے کہ لغوی طور پر امر کے صیغہ سے یہی مراد ہے، دلیل وہ فرمان نبوی ﷺ ہے، فرمایا:

((اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ عَلَيۡكُمُ الۡحَجَّ))

''اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کر دیا ہے۔''

مسلمانوں میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ کیا ہر سال حج فرض ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں کہہ دیتا تو ہر سال واجب ہو جاتا، اور اگر ایسا ہو جاتا تو تم اس پر عمل نہ کر سکتے نہ تم اس کی استطاعت رکھتے، حج فرض تو ایک دفعہ ہے باقی نفل ہے۔

اس حدیث کا طریق دلالت یہ ہے کہ پوچھنے والا اعربی زبان جانتا تھا، اگر امر میں تکرار کا تقاضا نہ ہوتا تو وہ یہ سوال نہ کرتا، اور رسول اللہ ﷺ اس کو خطا کار کہتے۔ ❷

درست بات یہ ہے کہ یہ استدلال ضعیف ہے، ان کا مذہب قابل حجت نہیں ہے، کیونکہ اگر امر خود تکرار کا تقاضا کرتا تو سائل یہ سوال ہی کیوں کرتا؟ وجہ سوال صرف یہی تھی کہ لغوی طور پر امر سے صرف طلب فعل مفہوم ہوتا ہے تکرار نہیں۔

---

❶ الآمدي: ٢/ ٢٢٥۔ ٢٣٦، شوكاني: ص٩٧.

❷ شرح المنار: ١٣٦ ومابعدها۔ شرح مسلم الثبوت: ص٣٨٤۔ المسودة: ص٢٠.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے ارادہ کیا کہ آیا وہ اس مفہوم کو حج کی نسبت باقی رکھیں یا اسے تکرار والی عبادات نماز، زکوٰۃ سے ملا دیں۔ اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ بعض عبادات جس طرح نماز، روزہ، زکوٰۃ ہیں یہ تکرار واقعات کی وجہ سے مکرر ہوتی ہیں اور حج کا تعلق بھی زمان مکان سے ہے، اس اعتبار سے مکرر عبادات سے اس کا معاملہ مشتبہ ہوا کہ آیا وہ زمانہ کے تعلق کی وجہ سے ان عبادات کے ساتھ ملا دیں یا پھر جگہ کے اعتبار سے ان کے ساتھ نہ ملائیں، اسی اشکال کو ختم کرنے کے لیے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔

۲۷۔ امر کی دلالت فی الفور ہوتی ہے یا تاخیر سے:[1]

کیا امر کی مامور بہ پر دلالت فی الفور ہوتی ہے یا تاخیر سے؟ اس بارے میں فقہاء مختلف ہیں، جو تکرار کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ مامور بہ فوراً ادا کیا جائے گا، دوسرے کہتے ہیں کہ امر کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو وقت سے مقید ہے دوسری جو وقت کے ساتھ مقید نہ ہے۔

جو وقت سے مقید ہے، اس میں بھی یا تو وسعت ہوگی یا وقت تنگ ہوگا، جس میں وقت کی وسعت ہے اس میں آخری وقت تک لیٹ کرنا جائز ہے، اور جس کا وقت تنگ ہے اس میں تاخیر کی گنجائش نہیں۔ اور جو مقدر وقت کے ساتھ مقید نہیں ہے، جیسے کفارات ہیں، اس سے مقصود صرف مستقبل میں مطالبہ فعل ہے اس میں تاخیر جائز ہے، جس طرح اس کو فوراً کرنا جائز ہے، اسی طرح اس میں تاخیر بھی جائز ہے۔

احناف، جعفریہ اور ان کے موافقین کے نزدیک یہی درست ہے، ہمارے ہاں بھی یہی راجح ہے کیونکہ امر کا صیغہ مستقبل میں کسی بھی وقت اس فعل کے کرنے کا تقاضا کرتا ہے، ہاں اس کو فوراً کرنا کسی قرینہ سے معلوم ہوسکتا ہے، جیسا کہ کوئی شخص اپنے خادم سے کہے، مجھے پانی پلا۔ یہ اس بات کا تقاضا ہے کہ عموماً پانی پیاس کے وقت طلب کیا جاتا ہے، اس حالت کی وجہ سے پانی لانے والا امر فی الفور مطلوب ہوگا۔

مزید یہ کہ امر تراخی کے لیے ہوتا ہے فوراً نہیں ہوتا لیکن واجب کی ادائیگی کی طرف جلدی کرنا بہتر ہے کیونکہ تاخیر میں کئی آفات ہیں، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان واجب کی ادائیگی

---

[1] لطائف الاشارات: ٢٤۔ الاحکام لابن حزم: ٣/ ٢٩٤۔ ارشاد الفحول: ٨۔ الآمدی: ٢/ ٢٤٢۔ ومابعدھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے قبل فوت ہو جاتا ہے کیونکہ موت کے اوقات غیر معلوم ہوتے ہیں، اس کا اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس لیے مستحب ہے کہ فوراً عمل کر لیا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ﴾ (المائدة: ٤٨)

”تو تم بھلائیوں کی طرف جلدی کرو، اللہ کی طرف تم سب کا لوٹنا ہے پس وہ تمہیں خبر دے گا اس سبب سے جو تم اختلاف کرتے تھے۔“

اور فرمایا:

﴿وَ سَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ (آل عمران: ١٣٣)

”اور تم اپنے رب سے مغفرت کی طرف جلدی کرو۔“

”فاستبقوا“ اور ”سارعوا“ کے صیغے اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ واجب کی ادائیگی میں جلدی کی جائے یہ مستحب ہے واجب نہیں ہے کیونکہ جو واجب عمل کو اس کے وقت میں ادا کرے اسے مستبق یا مسارع نہیں کہتے۔ [1]

٢٧٣۔ جس کے بغیر واجب پورا نہیں ہوتا وہ بھی واجب ہے: [2]

ہم جان چکے ہیں کہ امر وجوب کے لیے ہے یعنی مامور بہ کا حتمی طور پر مطالبہ ہوتا ہے اور یہ کہ مخاطب کے حق میں اس کا کرنا ضروری ہے، اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ واجب کسی اور چیز کے وجوب پر متوقف ہوتا ہے؟ یعنی کہ کیا یہ واجب چیز اسی امر کی وجہ سے واجب ہوئی ہے جو کہ پہلے مامور بہ تھا؟ یا ایسا نہیں ہوتا؟

جواب یہ ہے کہ اس چیز میں تفصیل ضروری ہے۔ ہم کہتے ہیں: جس چیز پر وجوب کے ایجاد کا توقف ہے، اس کی دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم یہ ہے کہ وہ واجب مکلف کی قدرت میں نہیں ہے جیسے حج کے وجوب کے لیے استطاعت، زکوٰۃ کے لیے نصاب زکوٰۃ، نماز جمعہ کی ادائیگی کے لیے لازمی عدد کی تکمیل اور دیگر

---

[1] شرح مسلم الثبوت: ١/ ٢٨٨۔ ٢٨٩، شرح المنار: ص ٢٢٢ ومابعدھا۔

[2] تیسیر التحریر: ٢/ ٣٦٥ ومابعدھا، المستصفی للغزالی: ١/ ٧١۔٧٢، المسودة فی اصول الفقه: ص ٦٥۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چیزیں، نہ یہ انسان کی قدرت میں ہیں اور نہ امر ان کو شامل ہوتا ہے، انسان پر اس استطاعت کا حصول ضروری نہ ہے کہ حج ادا کر سکے اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے نصاب کا حصول لازمی نہیں، اسی طرح جمعہ کی ادائیگی کے لیے اس کے لیے تعداد پوری کرنا لازمی نہیں ہے۔

دوسری قسم وہ ہے جو انسان کی قدرت میں داخل ہے پھر اس کی دو انواع ہیں۔

ایک وہ نوع ہے جس کے وجوب میں خاص امر وارد ہو اس بارے میں ہمیں بھی کچھ کلام نہیں، نہ یہ ہمارا موضوع ہے، ہماری اس بحث میں بھی یہ نوع مقصود نہیں ہے، نماز کے لیے وضو بھی اسی نوع میں سے ہے، وہ ایک مستقل حکم سے واجب ہے نہ کہ اس فرمان کے امر سے وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور وہ مستقل حکم یہ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ (المائدة: ٦)

''مومنو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھو لیا کرو، اور اپنے سروں کا مسح کیا کرو اور اپنے پاؤں بھی ٹخنوں تک دھو لیا کرو۔''

دوسری نوع وہ ہے جس پر واجب کی ادائیگی موقوف ہے اور اس کے وجوب کے لیے خاص امر وارد نہیں ہوتا، ہمارے گذشتہ سوال کا مقصود یہی قسم ہے، اصولی علماء بیان کرتے ہیں کہ یہ نوع اسی پہلے امر کے وجوب سے ہی لازم آتی ہے جس سے اصل وجوب لازم آیا تھا، اس کی مثالیں بڑی کثرت سے ہیں۔

حج کا حکم مکہ کی طرف سفر کا تقاضا کرتا ہے تا کہ یہ واجب ادا ہو سکے، لہٰذا حج کے امر سے مکہ کی طرف سفر کا حکم واجب ہوا کیونکہ اس سفر کے بغیر فریضہ حج کی ادائیگی ممکن نہیں ہے۔ نماز باجماعت کے وجوب کے قائلین کے نزدیک نماز باجماعت کی ادائیگی کا حکم، مساجد کی طرف جانے کے بغیر ممکن نہیں اس لیے نماز باجماعت کے حکم سے ہی مساجد کی طرف سعی کا وجوب ثابت ہوا۔ اور قوت کی کافی تیاری کا حکم جو اس قول سے ثابت ہے: ﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ﴾ (الانفال: ٦٠) ''اور تم ان کے لیے مقدور بھر قوت تیار کرو۔'' یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واجب بھی علم صنعت، کیمیا اور فزکس جیسے جدید علوم کے حصول سے ہی ممکن ہے، لہٰذا ان علوم کو بطور فرض کفایہ کے سیکھنا بھی اسی امر وجوب کی وجہ سے لازم آیا جس سے قوت کی تیاری کا امر ہوا تھا۔

لوگوں کے درمیان عدل وانصاف کا قیام اور ان سے ظلم کے خاتمہ کا امر بھی اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس قیام عدل کے لیے ججوں کو تعینات کیا جائے۔ لہٰذا قاضیوں کا تقرر بھی قیام عدل کے امر سے لازم آیا اسی طرح دیگر مثالیں بھی۔

گزشتہ عبارت کا خلاصہ یہ ہوا کہ جب الگ سے حکم نہ ہو تب بھی ایسے امر کا وجوب جو کسی دوسرے پر موقوف ہو وہ پہلے امر کے وجوب سے ہی لازم آئے گا۔

تیسری فرع، نہی

اس کا لغوی معنی روکنا ہے، اور عقل کو نہیہ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ صاحب عقل کو حق وصواب کے مخالف کام سے روکتی ہے۔ اصطلاحی معنی یہ ہے کہ بلندی مقام کی وجہ سے کسی سے فعل کے رکنے کا مطالبہ کرنا، ان صیغوں سے جو اس پر دلالت کرتے ہیں، نہی کے صیغوں میں سے ایک صیغہ لَا تَفْعَلْ ہے، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی﴾ (الاسراء: ۳۲) ''اور تم زنا کے قریب نہ جاؤ۔'' حلت کی نفی کرنا، جس طرح فرمایا: ﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ (البقرۃ: ۲۳۰) ''پس اگر وہ اسے طلاق دے تو وہ اس کے لیے حلال نہ ہوگی اس کے بعد حتیٰ کہ وہ کسی اور خاوند کے ساتھ نکاح کرے۔'' اور ایسے لفظ سے تعبیر کرنا جو حرمت و نہی کا مفہوم دے جیسے فرمایا: ﴿وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ (النحل: ۹۰) ''اور وہ بے حیائی اور برائی کے کام سے روکتا ہے۔'' اور یہ فرمایا: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ.....﴾ (النسآء: ۲۳) ''تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں حرام کر دی گئی ہیں۔''

کبھی نہی یوں آتی ہے کہ نہی پر دلالت کرنے والا فعل امر کے صیغہ سے مستعمل ہوتا ہے جیسے ﴿وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ﴾ (الانعام: ۱۲۰) ''اور تم ظاہر اور باطن گناہ چھوڑ دو۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۷۵۔ موجب نہی: ❶

نہی کا صیغہ متعدد معانی کیلئے آتا ہے، جیسے حرمت، کراہت، دعاء، تایس، ارشاد وغیرہ۔ حرمت کی مثال جیسے ﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾ (الانعام: ۱۵۱) ''اور نہ تم اس جان کو قتل کرو جس کا قتل اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ۔'' کراہت کی مثال یہ فرمان نبوی ﷺ ہے: لَا تُصَلُّوْا فِيْ مُبَارَكِ الْإِبِلِ، ''اور تم اونٹوں کے باڑوں میں نماز نہ پڑھو۔'' اور دعا کی مثال یہ فرمان ہے: ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا﴾ (ال عمران: ۸) ''اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اس کے بعد کہ تو نے ہمیں ہدایت دی ہے۔'' تایس کی مثال: ﴿لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ﴾ (التحریم: ۷) ''تم آج بہانے نہ بناؤ۔'' ارشاد کی مثال یہ فرمان ہے: ﴿لَا تَسْأَلُوْا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾ (المائدۃ: ۱۰۱) ''مومنو! ان چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ اگر وہ تم پر کھولی جائیں تم کو بری لگیں۔''

وہ معانی جن میں نہی کے استعمال کا اختلاف ہے۔ علماء نے اس کے حقیقی معنی میں اختلاف کیا ہے یعنی نہی کے حقیقی معنی یعنی اس کے موجب وحکم میں اختلاف ہے، یعنی جب نہی قرائن سے خالی ہوگا تو کس چیز پر دلالت کرے گا؟ ایک قوم کا یہ موقف ہے کہ قرینہ کے بغیر نہی کراہت پر دلالت کرتی ہے یہی اس کا حقیقی معنی ہے، دیگر معانی پر قرینہ کی موجودگی میں دلالت کرے گی، دیگر علماء فرماتے ہیں کہ یہ کراہت وتحریم مین مشترک ہے۔ اس کا اصل معنی یہی ہے، ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرف قرینہ اشارہ کرے گا۔ جمہور کہتے ہیں، موجب نہی تحریم ہے، یہ اس کا وہ معنی حقیقی ہے جس کے لیے اسے وضع کیا گیا ہے دیگر معانی میں اس کا مجازی طور پر استعمال ہوگا اور اس مجاز پر قرینہ دلالت کرے گا اور اگر قرائن نہ ہوں تو اس سے صرف تحریم مفہوم ہوگی، جمہور کا قول راجح ہے۔ لہٰذا نہی کا صیغہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حتمی طور پر فعل سے رکا جائے۔ قرینہ سے خالی، نہی کے صیغے سے عقل حتمی حکم ہی سمجھتی ہے تحریم کا یہی معنی ہے اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ سلف لوگ نہی کے صیغہ سے حرمت کا حکم ہی سمجھتے تھے۔

---

❶ منہاج الوصول الی علم الاصول للبیضاوی: ص ۴۹۔ المسودہ: ۸۲۔ ارشاد الفحول: ص ۹۶۔ الآمدی: ۲/ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۷۶۔ کیا نہی فی الفور یا تکرار کا تقاضا کرتی ہے؟ ❶

بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ نہی اپنے صیغے سے فوراً اور تکرار سے کرنے پر دلالت نہیں کرتی، کیونکہ اس کی اصل اس کو لازم نہیں کرتی۔ صیغہ سے خارجی چیز اس پر دلالت کرے گی یعنی قرینہ دلالت کرے گا کہ اس سے فی الفور عمل کرنا یا تکرار سے عمل کرنا مراد ہے، بعض کا یہ مذہب ہے کہ نہی اپنی اصل سے یہ فائدہ دیتی ہے کہ یہ کام کرنے سے بار بار رکا جائے۔ اور نہی کا یہ حکم تمام زمانوں میں برقرار رہے گا، جیسا کہ یہ اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ فعل کو فوراً ترک کیا جائے یعنی جب شارع کسی چیز سے منع کر دے تو مکلف پر یہ ضروری ہے کہ وہ اس کام سے فوراً رک جائے اور ہمیشہ رکا رہے، نہی کے باب میں اطاعت تبھی متصور ہوگی جب کہ رکنے میں جلدی کی جائے اور پھر ہمیشہ اس فعل سے رکا رہے، اور فعل سے شارع نے اس کی خرابی کی وجہ سے ہی روکا ہے اس فعل سے رک کر ہی اس سے بچا جا سکتا ہے، اسی مسلک کو ہم ترجیح دیتے ہیں۔

۲۷۷۔ کیا نہی منہی عنہ کے فساد کا تقاضا کرتی ہے؟ ❷

جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں کہ راجح قول یہ ہے کہ نہی تحریم کا فائدہ دیتی ہے جبکہ وہ قرائن سے خالی ہو، اور مکلف کو اجازت نہیں ہے کہ منہی عنہ کام کا ارتکاب کرے ورنہ اسے گناہ اور اخروی سزا ملے گی، لیکن سوال یہ ہے کہ اگر اس کا تعلق عبادات و معاملات سے ہے تو کیا یہ اس کے فساد کا تقاضا بھی کرتی ہے؟ اور اگر وہ معاملات درست ہوں تو کیا اس سے شرعی نتائج متعلق ہوں گے، اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔

ذیل میں ہم ان کے اقوال کا خلاصہ بیان کرتے ہیں۔

پہلا قول: جب نہی حقیقت فعل اور اس کے وجود کو شامل ہو جیسے مادہ کے پیٹ کے بچے کی خرید و فروخت کی ممانعت، یا معدوم چیز کی ممانعت، بغیر وضو کیے نماز کی ادائیگی کی نہی یا ماؤں سے نکاح کی حرمت، ایسی حالت کی نہی، منہی عنہ کے فساد و بطلان پر دلالت کرتی ہے اور اس کو یوں شمار کیا جاتا ہے جیسے وہ نہیں تھا، یوں یہ اور معدوم ایک جیسے ہو گئے اور معدوم پر وہ اثر

---

❶ المسودۃ: ص ۸۱۔ لطائف الاشارات: ص ۲۵۔ الآمدی: ۲/ ۲۸٤ وما بعدها.

❷ لطائف الاشارات: ص ۲۵۔۲٦، ارشاد الفحول: ص ۹۸۔ الآمدی: ۲/ ۲۷۵ وما بعدها.

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ